مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

رؤیتِ ہلال اور اختلافِ مطالع

ادلّہ شرعیہ کی روشنی میں

آج کل جدید ذہن کے طبقہ میں یہ خیال ابھر رہا ہے کہ مسلمانوں کے تہواروں میں وحدت بہت ضروری ہے۔ لہٰذا چاند کی رؤیت کی تعیین آلاتِ رصد کے ذریعہ کر کے پورے عالمِ اسلام میں ایک ہی دن روزے رکھنے اور عید منانے کا فیصلہ کیا جانا چاہیئے۔ ایک صاحب تو اس جوشِ اتحاد میں یہاں تک کہہ گئے کہ:

"ہمارے نبی اُمّی تھے، صحابہ کرامؓ بھی ان پڑھ تھے۔ انہیں چاند کا حساب معلوم نہ تھا۔ لہٰذا اس وقت کی مصلحت یہی تھی کہ رؤیتِ ہلال کو احکامِ دین کی بنیاد قرار دیا جائے"[1]

---

[1] ایسے خیالات غالباً حضور اکرمؐ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہیں:

"اِنّا اُمّۃٌ اُمّیّۃٌ لا نکتب ولا نحسب" (متفق علیہ)

"ہم ان پڑھ امت ہیں، ہم لکھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے!"

پھر آپؐ نے دونوں ہاتھوں کو کھول کر بلند کر کے بتلایا کہ: "مہینہ اتنا بھی (یعنی ۳۰ دن کا) ہوتا ہے۔ اور اتنا (یعنی ۲۹ دن کا) بھی ہوتا ہے"

حالانکہ اس ارشاد سے آپؐ کا مقصد امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو علمِ ہیئت اور قمری حساب کے گورکھ دھندے سے نجات دلا کر سیدھے اور فطری طریق روایت پر عمل پیرا کرنا تھا۔ جیسا کہ شریعت نے ہر معاملہ میں اس امر کو ملحوظ رکھا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دور میں علمِ ہیئت اور نجوم پرستی (علمِ جوتش) لازم و ملزوم چیزیں متصور ہوتی تھیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ لہٰذا اس قسم کے علمِ نجوم سے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۴)

اب مسلمان لوگ چاند کا حساب خوب جانتے ہیں اور بہت پہلے معلوم کر لیتے ہیں کہ نیا چاند کب ہوگا۔ آلاتِ رسل و رسائل کے ذریعہ دنیا بھر کے کونہ کونہ میں خبر بھی کی جا سکتی ہے، تو اب مسلمانوں کو رویتِ ہلال کی بنا پر مختلف دنوں میں تیوہار بنانے کی ریت ترک کر دینا چاہیئے اور ایک مقررہ اعلان کے تحت تمام دنیا میں روزہ رکھنے، عیدین وغیرہ کا ایک ہی دن اہتمام کرنا چاہیئے۔"

اس سے بڑھ کر یہ کہ رابطہ عالم اسلامی کی تاسیسی مجلس نے اپنے تیرھویں اجلاس میں، جو شعبان ۱۳۹۱ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوا، چند قرار دادیں پاس کیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ "اسلامی ممالک میں "رویتِ ہلال"[1] کا ایک ایسا نظام بنایا جائے کہ اگر مغرب یا ایران میں چاند نظر آئے تو دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہو کہ "اسی رؤیت" کی بنا پر روزے رکھیں اور افطار کریں۔ قرار داد میں یہ بھی طے پایا کہ رابطہ کا سیکرٹریٹ تمام سربراہانِ ممالک اسلامیہ سے رابطہ قائم کرے اور ان سے اس پر عمل درآمد کیلئے کہے۔"

وحدتِ تاریخ دا وقات نئے چاند کی رو سے:

ہم ایسے سب حضرات کی اس "نیک تمنا" کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ان علم دوست حضرات کی اتحاد و وحدت کی یہ آرزو علمِ ہیئت کی رُو سے بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ رؤیتِ ہلال پر تو زمین کی محوری گردش کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے بجائے اگر "نئے چاند" یا قِران کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو بھی پوری دنیا میں ایسا اتحاد ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ:

اس سال شوال کا "نیا چاند" لندن میں شام کے ۴ بج کر ۹ منٹ پر وقوع پذیر ہوگا اور تاریخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عوام کا ذہن پاک رکھنا مقصود تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر رویتِ ہلال کی بجائے قمری حساب یا قِران کے وقت کو بنیاد قرار دیا جائے تو بھی تمام دنیا میں وقت کی یکسانیت محال ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

[1] غنیمت ہے کہ اس قرار داد میں "نئے چاند" کے بجائے رؤیتِ ہلال کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن مشکل مسئلہ یہ ہے کہ چاند ۲۴ گھنٹوں میں دنیا کے تمام مقامات پر طلوع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اگر اس "وحدت" پر زور دیا جائے تو عملاً "رؤیتِ ہلال" کی شرعی بنیاد کی نفی ہوگی۔

۲ ستمبر ہوگی۔ اسی لمحہ حجاز مقدس میں شام کے سات بج کر ۹ منٹ، پاکستان میں نو بج کر ۹ منٹ رات، مشرقی پاکستان میں دس بج کر ۹ منٹ رات اور جزائر فجی اور سائیبریا میں چار بج کر ۹ منٹ سحری کا وقت ہوگا اور تاریخ ۲ ستمبر ہی ہوگی۔ کیونکہ یہ مقامات بین الاقوامی تاریخی خط کے مشرق میں واقع ہیں۔

حکومتِ حجاز اسی قِران کے لمحہ یعنی ۲ ستمبر ۹ بج کر ۹ منٹ رات کو دوسرے دن عید منانے کا اعلان کرتی ہے تو جزائر فجی اور سائیبریا کا مسلمان اس وقت کیا طریق اختیار کریگا؟ اگر اس دن یعنی ۲ ستمبر کو عید کرے تو اتحاد ممکن نہیں کہ حجاز میں عید ۳ ستمبر کو ہوگی۔ اور اگر روزہ رکھے تو کیوں رکھے "نیا چاند" تو ہو چکا! —— یہی صورتِ حال روزے شروع کرنے یا دوسرے امور میں بھی پیش آسکتی ہے!

وحدتِ تاریخ رؤیتِ ہلال کی رُو سے:

یہ تو تھا نئے چاند یا قِران کا مسئلہ۔ اب ہم دیکھیں گے کہ اگر نئے چاند کے بجائے رؤیتِ ہلال کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو آیا یہ وحدت و اتحاد ممکن ہے؟ یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ قِران اور رؤیتِ ہلال دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں میں ۲۴ سے لے کر ۳۰ گھنٹے تک کا وقفہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات بھی کہ علمِ ہیئت کی رو سے دنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کی بجائے ۴۲ گھنٹے ۴۹ منٹ کا عرصہ درکار ہے۔ تو اگر دنیا بھر کیلئے رؤیتِ ہلال کا اعلان کر دیا جائے تو اس سے مثالِ بالا سے بھی زیادہ الجھن پیش آسکتی ہے۔ مثلاً اوپر والی مثال میں ۲ ستمبر ۱۹۷۸ء کو مکہ میں چاند نظر آجاتا ہے اور ۷½ بجے شام اگلے دن کیلئے عید کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ تو میکسیکو (شمالی امریکہ) میں اس وقت ۹½ بجے دن کا وقت ہوگا۔ کیا یہ لوگ اس دن روزہ پورا کرکے دوسرے دن عید منائیں گے یا فوراً افطار کرکے اسی دن عید ادا کریں گے۔ ان دونوں صورتوں میں سے مکہ معظمہ سے وحدت کی کون سی صورت ممکن ہے؟

میں کہتا ہوں کہ اگر شرعی احکام کو بالکل پسِ پشت ڈال دیا جائے تو بھی جس وحدت و اتحاد کی تمنا کی جاتی ہے، پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ وضعی طریق سے عیسوی کیلنڈر میں گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے سے جو عیسوی تاریخ میں یکسانیت پیدا کی گئی ہے، اس سے حقیقی صورتِ حال میں تو کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔

رؤیتِ ہلال کی بنا پر کسی مقررہ تاریخ میں دو دن کا فرق پڑ سکتا ہے۔ لیکن بہت ہی کم

مقامات پر یعنی دنیا کے ستائیسویں حصے میں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دو دن کا فرق بسا اوقات مشاہدہ میں آ رہا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ کئی ممالک میں یہ دستور چل نکلا ہے کہ وہ چاند دیکھتے ہی نہیں بلکہ پہلے سے تیار شدہ تقویم کے مطابق اعلان کر دیتے ہیں۔ اس کی دوسری وجہ وہی اختراعی طریق ہے۔ جس کی بنا پر عیسوی تقویم میں ایک دن کے فرق کو، جو سیارگان کی چال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ فرق بھی قمری تاریخ پر جا پڑتا ہے۔ اگر یہ وضعی طریقِ کار ختم کر دیا جائے تو قمری تاریخوں میں اختلاف خود بخود کم ہو جائیگا۔

اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ اسی طرح وضعی طریقِ کار سے قمری تاریخوں کا اختلاف ختم کیا جائے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ وضعیت کبیسہ یا نسئ سے پوری پوری مشابہت رکھتی ہے جس کی قمری تقویم میں گنجائش نہیں ہے اور جس سے مسلمانوں کو منع کر دیا گیا ہے۔

بادل، بارش یا فضا کی کثافت کی بنا پر چاند کا نظر نہ آنا تقویم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ یہ اختلاف محض مقامی قسم کا ہوتا ہے۔ اور ایسا اختلاف رؤیت ہلال کمیٹیاں یا مقامی حکومتیں شہادت کی بنا پر اعلان کے ذریعے دور کر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ مطلع ایک ہی ہو مختلف نہ ہو۔ اختلافِ مطالع کی حقیقت ہم پچھلے باب[1] میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ اور قمری تاریخ میں اختلاف کی یہی ایک قسم ہے جسے ہم حسنِ تدبیر سے دور کر سکتے ہیں۔

اعلانات کے ذریعہ دنیا بھر میں قمری تاریخ کو ایک بنانے کا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے اور کسی مخصوص دن میں مخصوص وقت پر شعائر کی ادائیگی میں اتحاد اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ حج کے دن حجاج کرام کی دعاؤں کے وقت ہم بھی ان کے شریک ہو کر یہ عبادت بجا لائیں تو یہ مشکل ہی بات ہوگی کیونکہ ۹ ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد سے لے کر شام تک حجاج کرام میدانِ عرفات میں دعائیں کرتے ہیں، یہی حج کا رکنِ اعظم اور اصل حج ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر انہیں مشعر الحرام پہنچنا ہوتا ہے۔ اس وقت ہند اور چین کے مسلمان گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اور آسٹریلیا میں سحری کا وقت ہوتا ہے۔ کیا وقت کی اس مطابقت کیلئے مسلمانوں کو مکلف بنایا جا سکتا ہے؟

یہی حال یوم النحر یعنی قربانی کے دن کا ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ کو حجاج دن طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ سے منٰی آتے ہیں، پھر جمرے مارتے ہیں۔ اس کے بعد قربانی کا وقت ہوتا ہے۔ گویا طلوعِ آفتاب سے تقریباً ۴ گھنٹے بعد قربانی کا وقت آتا ہے۔ اور ہم اس وقت قربانی کا گوشت پکا کر ہضم بھی کر چکے

[1] یہ مضمون اسی موضوع پر لکھی گئی کتاب کا ایک باب ہے۔

ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ حجاج کے کام سے مطابقت ہوگی یا مسابقت؟ پھر ایسے علاقے بھی ہیں جہاں کے مسلمان یہ قربانی کا دن گزار کر رات کو سونے کی تیاری کر رہے ہوں گی اور ادھر یہ کیفیت ہوگی کہ حجاج کرام ابھی مزدلفہ سے روانہ بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ہماری نمازوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں اوقات کی وحدت محال ہے۔ اہلِ حجاز جس وقت ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ تو ہم شام کی نماز کی تیاری میں مصروف ہوتے ہیں۔

میں نے اب تک جو کچھ لکھا ہے، علمِ ہیئت کے مطابق لکھا ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شریعت مطہرہ کا مسلمانوں پر یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قمری حساب کی بھول بھلیوں سے نکال کر رؤیتِ ہلال کے فطری اور سادہ مشاہدہ پہ احکام کی بجاآوری کی تلقین فرمائی ہے۔ اور ہر علاقے کے لئے ان کی اپنی رؤیت کو بنیاد قرار دیا ہے۔ جہاں تک ابر یا فضائی کثافت کی وجہ سے اختلاف ہو سکتا تھا اسے شہادت سے دور کر دیا ہے۔ البتہ اختلافِ مطالع کا لحاظ ضرور رکھا ہے۔

بعض حضرات متاخرین نے مطالع کے اختلاف کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ اور قرونِ اولیٰ کے آثار اتنے معتبر ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ان حضرات کے اقوال کی کچھ حیثیت نہیں رہ جاتی میں نہیں چاہتا تھا کہ رؤیتِ ہلال اور اختلافِ مطالع کو ادلہ شرعیہ کی روشنی میں ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھاؤں۔ کیونکہ اس میدان میں بہت حد تک تسلی بخش کام ہو چکا ہے۔ مگر انہی دنوں ایک اور رسالہ "راحۃ العوام" نظر سے گزرا۔ جس کے مؤلف اس اتحاد کے لئے بہت تڑپ" رکھتے ہیں۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس رسالہ کے چیدہ چیدہ اقتباسات قارئین کے سامنے پیش کئے جائیں۔ اور مختصراً ان دلائل کا جائزہ بھی پیش کیا جائے۔

رسالہ راحۃ العوام:

اس وقت رسالہ مذکور مسمّٰی بہ "راحۃ العوام باتحاد العلماء الحکام فی مسئلۃ العید والصیام"

---

[1] ملاحظہ ہو رسالہ "بیان الادلۃ فی اثبات الاہلۃ" از شیخ عبداللہ بن حمید الرئیس العام للاشراف الدینی (مکۃ مکرمہ) اس رسالہ کا ترجمہ محمد رفیق صاحب اثری نے اردو میں کیا جو "الاعتصام" میں قسط وار اور رسالہ محدث" محرم صفر ۱۳۹۵ھ میں یکجا شائع ہوا۔ اس رسالہ میں مصنف نے اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر عقلی و نقلی دلائل سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اب یہ رسالہ علیحدہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

سامنے پڑا ہے۔ اس کے مصنف رئیس المتفکرین، رأس المتکلمین، فقیہ الزمان الحاج حضرت مولانا محمد ہلال صاحب خطیب نشاط سٹی تربیلہ ڈیم ہیں۔ جیسا کہ رسالہ کے نام سے ظاہر ہے، آپ روزہ اور عید کیلئے اتحاد بین المسلمین کے لئے بڑے مضطرب ہیں، رؤیتِ ہلال کی حقیقت لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :-

۱۔ "رؤیتِ ہلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ متقدمین، متاخرین فقہائے کرام، علمائے سائنس، علمائے شریعت حنفی، مالکی، حنبلی، سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بھی نیا چاند نظر آجائے اور اس کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہو جائے، جہاں جہاں اس فیصلہ کی اطلاع ہو جائے تو اس پر عمل کرنا سب پر لازم و واجب ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب چاند سورج سے پیچھے ہو گیا تو نیا چاند ہو گیا۔ اب یہ سب دنیا کیلئے نیا چاند ہے۔ یہی پاکستان کے لئے نیا چاند ہے، بھارت کیلئے نیا چاند ہے۔ عرب و عراق، ایران اور انڈونیشیا غرضیکہ تمام دنیا کیلئے نیا چاند ہے۔" (صفحہ ۱۳ حوالہ مذکور)

۲۔ آگے چل کر لکھتے ہیں :

"اب جو انکار کریگا کہ شرعی حجت میں کوئی کمی ہے تو وہ صرف اپنی معتبری میں کمی دیکھنے کی وجہ سے کریگا کہ یہ فیصلہ اس کے پاس کیوں نہیں آیا؟ کسی دوسرے کے پاس یہ فیصلہ کیوں گیا؟ اس لئے وہ معتبر صاحب فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ہمارا مطلع اور ہے ان کا مطلع اور ہے، انکار کیلئے یہ بہانے تلاش کریگا حالانکہ تمام کتابوں کے حوالجات سے یہ ثابت ہو گیا کہ شریعت محمدی نے اس میں اور دوسری کوئی گنجائش نہیں رکھی کیونکہ رؤیت ثابت ہو گئی۔" (صفحہ ایضاً)

۳۔ آگے چل کر "مشرق و مغرب کی رؤیت میں فرق" کے تحت لکھتے ہیں :

"مشرق و مغرب میں رؤیتِ ہلال کا اتنا فرق ضرور ہے کہ جس دن مغربی دنیا میں چاند نظر آئیگا، اس تاریخ کو مشرق میں چاند نظر نہیں آئیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت مشرق والوں کے مطلع سے چاند گزر رہا تھا اس وقت چاند سورج کی شعاعوں میں تھا۔ پھر چند گھنٹے بعد جب مغرب والوں کے مطلع سے گزرا تو سورج کی شعاعوں سے الگ ہو چکا تھا۔ لہٰذا مغرب والوں کو نظر آگیا۔ یہ ایک معلوم مسئلہ ہے کہ چاند کی رفتار

سورج سے کم ہوتی ہے۔ اس رفتار کی کمی کی وجہ سے چند گھنٹوں کے بعد ہی چاند سورج سے کافی پیچھے رہ جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں غروبِ آفتاب کا وقت ۵ بجے تھا اور یہی وقت حجازِ مقدس میں ظہر کا ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے جب سرزمینِ حجاز میں سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے تو یہاں دس بج چکے ہوتے ہیں۔ تو اب اس وقت میں چاند سورج کی شعاعوں سے پیچھے رہ کر وہاں نظر آسکتا ہے۔ اب اس وقت وہاں اگر نظر آگیا تو انتظار ختم ہوگیا۔ یہی ساری دنیا کا چاند ہے۔ اب صرف صحیح اطلاع ملنے کی انتظار ہے۔ وہاں کے ذرائع ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ نے نشر کر دیا تو پھر انتظار کا کیا مطلب ہوا؟ اب صرف اتحاد کو ختم کرنا، اختلاف کا نعرہ بلند کرنا، اپنی معتبری ثابت کرنا، فتنہ و فساد برپا کرنا، مسلمانوں کو دکھ دینا، غیر مسلموں کو تمسخر کا موقع دینا اور اسلام پر بدنما داغ لگانا مقصود ہوتا ہے۔ غیر مسلم دنیا جتنی بھی ہے، اس معاملہ میں ان کا مکمل اتفاق ہے، ان کے مذہبی تہوار تمام دنیا میں ایک ہی تاریخ کو منائے جاتے ہیں۔ ویسے بھی جس دن کسی ماہ کی یکم تاریخ ہوتی ہے اس دن پاکستان میں بھی یکم ہی ہوتی ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ملے گی جہاں دوسری تاریخ ہو۔ امریکہ و انگلستان میں بھی فرانس، جرمنی، روس، چین، یوگوسلاویہ اور سوئٹزرلینڈ میں یکم ہی ہوتی ہے۔" (صفحہ ۱۷)

۴۔ آگے چل کر ایک مشکل کا حل پیش کرتے ہیں:

"اس سلسلہ میں ہماری مشکلات یہ ہیں کہ رات کے ابتدائی حصہ میں نمازِ مغرب یا نمازِ عشاء کے متصلاً بعد اعلان کر سکیں گے۔ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد اعلان کریں گے۔ دیر سے پیدا ہونے والی مشکلات کے قلع قمع کیلئے عوام کو یہ بتائیں کہ اعلان حکومت خود کریگی۔ اس پر ہم اور آپ سب عمل کریں گے۔

یہاں خود ساختہ معتبریوں پر کوئی اثر نہیں پڑیگا اور عصری رقابتیں آڑے نہیں آسکیں گی۔ اگر اعلان میں کچھ تاخیر ہو گئی تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مشرق سے مغرب تک رات کی گردش زیادہ سے زیادہ ۱۲ گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ تمام زمین آتنی ہی ہے، دن کی گردش بھی بارہ گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں دونوں گردشیں ختم ہو جاتی ہیں اس لئے رات کے کسی حصہ میں دنیا کو مطلع کیا جا سکتا ہے۔ دن نکلنے اور رتاریخ بدلنے

سے پہلے ہم اپنی تاریخ ایک بنا سکتے ہیں، تمام خوشیوں کو اپنا سکتے ہیں۔ نیک نامیوں، اتحاد و محبت اور ایک مسلکی کو زندہ کر سکتے ہیں۔" (صفحہ ۱۹، رسالہ مذکور)

مذکورہ بالا اقتباسات رسالہ مذکورہ کا نچوڑ ہیں۔ ان اقتباسات میں خط کشیدہ الفاظ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں، انہی پر ہم تبصرہ کریں گے۔

رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع:

اقتباس نمبر ایک میں آپ نے دونوں باتوں کا اکٹھا ذکر کر دیا ہے۔ حالانکہ "نیا چاند" اور "نئے چاند کا نظر آنا" دو الگ الگ امور ہیں اور ان کی تفصیل گزر چکی۔ اس لئے ہم نئے چاند کی بات چھوڑ کر نئے چاند کے نظر آنے کے متعلق احادیث پیش کرتے ہیں کیونکہ "نئے چاند" کی شرعی حیثیت کچھ نہیں ہے[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له وقال الشهر تسع وعشرون لیلة فلا تصوموا حتی تروه فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک نیا چاند نہ دیکھ لو، روزے رکھنا مت شروع کرو اور جب تک نیا چاند دیکھ نہ لو، روزے مت چھوڑو، اگر ابر محیط ہو جائیں تو اس مہینہ کو پورا ہونے دو۔ اور فرمایا" مہینہ انتیس ۲۹ رات کا بھی ہوتا ہے۔ سو جب تک نیا چاند دیکھ نہ لو، روزے رکھنا مت شروع کرو۔ پھر اگر ابر محیط ہوں تو تیس ۳۰ کی گنتی پوری کرو۔"

۲۔ "عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرؤیته

---

[1] جو لوگ "چاند دیکھنے سے پہلے روزے شروع کریں یا عید منائیں وہ آپؐ کے نافرمان ہیں:

"عن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشك فیه فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم" (ابو داؤد، ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ)

"عمارؓ بن یاسر فرماتے ہیں، جس شخص نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی!"

وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین ۔" (بخاری، مسلم)
حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "نئے چاند کو دیکھ کر روزے رکھو اور نیا چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر کسی وجہ سے چاند نظر نہ آسکے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرو۔"

۳۔ اختلاف مطالع کو سب ائمہ محدثین معتبر سمجھتے تھے۔ امام ترمذی، ابوداؤد اور امام نووی شارح مسلم سب نے اس موضوع پر الگ الگ باب قائم کئے ہیں۔ درج ذیل حدیث ان سب کتب احادیث میں موجود ہے:

"عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الی معاویة بالشام قال فقدمت الشام فقضیت حاجتها واستهل علی رمضان وانا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسألنی عبد الله بن عباس رضی الله عنهما ثم ذکر الهلال فقال متی رأیتم الهلال؟ فقلت رأیناه لیلة الجمعة فقال انت رأیته؟ قلت نعم! ورآه الناس وصاموا وصام معاویة۔ فقال لکنا رأیناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین او نراه۔ فقلت: اولا تکتفی برؤیة معاویة وصیامه؟ فقال لا، هکذا امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم۔"

"کریب کہتے ہیں کہ ام الفضل بنت الحارث نے مجھے شام میں حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ میں وہاں گیا اور کام پورا کیا۔ وہیں رمضان کا چاند نظر آیا۔ جبکہ میں شام میں تھا۔ میں نے خود بھی جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔ پھر آخر ماہ (رمضان) میں مدینہ آیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا، ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا "کیا تم نے خود بھی دیکھا تھا؟ میں نے کہا "ہاں! اور بہت سے لوگوں نے بھی دیکھا اور اس کے مطابق روزے رکھے۔ خود حضرت امیر معاویہؓ نے روزہ رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا، ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا، ہم تیس روزے مکمل کریں گے الا یہ کہ خود چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا، آپ حضرت معاویہؓ کی رویت کا اعتبار نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں یہ بات نہیں (بلکہ) ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم فرمایا ہے!"

ظاہر ہے کہ یہاں حضرت ابن عباسؓ نے رؤیت کی شہادت کو غیر معتبر قرار نہیں دیا۔ بلکہ مطلع کے اختلاف کی بنا پر اہلِ شام کی رؤیت کو اپنے علاقہ کیلئے معتبر نہیں سمجھا۔ دمشق (شام) مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں سے ۵ درجے طول بلد مغرب کو ہے۔ یہ دونوں مقاماتِ مقدسہ تقریباً ۴۰ درجے طول بلد شرقی پر واقع ہیں جبکہ دمشق ۳۵ درجے طول بلد شرقی پر واقع ہے۔ اگر مشرق میں واقع ہوتا تو مطلع کے اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔

مطلع کے اختلاف سے متعلق امام ابی شیبہ نے "المصنف" میں یہ حدیث درج فرمائی:

"حدثنا ابن ادریس عبد اللہ بن سعید قال ذکروا بالمدینۃ رؤیۃ الھلال وقالوا اھل استاوہ قد رأوہ: فقال القاسم والسالم: مالنا ولاھل استاوہ؟

عبد اللہ بن سعید فرماتے ہیں، مدینہ میں رویت ہلال کی بات چھڑی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اہلِ استاوہ نے چاند دیکھ لیا ہے۔ قاسم اور سالم دونوں نے فرمایا، ہمارا اہلِ استاوہ سے کیا تعلق اور واسطہ؟"

ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے علاقہ کی شہادت کو معتبر سمجھتے تھے۔ دوسرے علاقہ کی شہادت سے انہیں کچھ دلچسپی نہ تھی۔ ان احادیث کی روشنی میں اب رسالہ مذکورہ کے اقتباس کی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمائیے کہ:

"رؤیتِ ہلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ متقدمین، متاخرین، فقہائے کرام، علمائے سائنس، علمائے شریعت، حنفی، مالکی، حنبلی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بھی چاند نظر آجائے اور اس کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہوجائے (یعنی شہادت میسر ہوجائے) جہاں جہاں بھی اس کی اطلاع ہوجائے تو اس پر عمل کرنا سب پر لازم و واجب ہے!"

ہم بوجہ طوالت ائمہ کے اقوال سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اقوال کے مقابلہ میں احادیث بہت زیادہ معتبر ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ اگر تمام ائمہ کے اقوال کا احاطہ کیا جائے تو یہ اقوال، فتاویٰ بھی ۸۰ فیصد کے لگ بھگ صاحب رسالہ کے نظریہ کے خلاف وارد ہیں۔

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ صاحب موصوف نے تمام کتابوں کے حوالہ جات سے جو مطلع کے اختلاف کو غیر معتبر قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ "یہ مسئلہ عربی، فارسی، اردو کی سب کتابوں میں موجود ہے تو یہ سب کتب کون کون سی ہیں اور ان حوالہ جات کی حقیقت کیا ہے؟

اتفاق سے ان حوالہ جات میں حدیث کے ایک ٹکڑے کے اردو ترجمہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا پہلے وہی ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں:

"مثلاً مغربی دنیا میں چاند دیکھا گیا، مشرق میں نظر نہیں آیا۔ اور پھر مشرق والوں کو مغرب والوں کے دیکھنے کی خبر معتبر ذرائع سے پہنچ جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جو کتب احادیث میں موجود ہے "کہ روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے"، تو چاند کا دیکھنا عام ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں چاند دیکھا جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور حنفی، مالکی، حنبلی مذاہب کا اس پر اتفاق ہے اور یہی حقیقت ہے۔" (صفحہ ۷ رسالہ مذکور)

حدیث کا ترجمہ تو صرف یہ ہے کہ "روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے"۔ اس مفہوم سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف ہے تو صرف اس مشرق اور مغرب سب کو ایک کر دینے پر ہے۔ یہ مشرق و مغرب اور پوری دنیا کے الفاظ کون سی دلیل کے تحت درمیان میں آگئے؟ ——— اگر یہی طرزِ استدلال ہو تو پھر آخر کیا کچھ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کیا جا سکتا؟

آپ نے ائمہ کے فتاویٰ کے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں جو تمام عربی، فارسی، اردو کی کتابوں کو محیط ہیں، صرف چھ ہیں:

فتاویٰ عربی درِّ مختار، فتاویٰ شامی ردّ المحتار، خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ عالمگیری، عزیز الفتاویٰ اور امداد الفتاویٰ ——— ان میں سے آپ نے وہ عبارات نقل فرمائی ہیں جو مفید مطلب ہیں۔ پھر ان عبارتوں سے جس طرح مطلب برآری کی گئی ہے، اس کا نمونہ آپ اوپر ملاحظہ کر چکے ہیں۔

دیانت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایک مذہب یا ایک مصنف کے تمام اقوال بیان کر دیئے جائیں اور پھر نتیجہ اخذ کیا جائے۔ یہ طریق پسندیدہ نہیں کہ جہاں سے کوئی بات مفیدِ مطلب ملے ان سب کو اکٹھا کر کے اپنے مخصوص نظریہ کی حمایت میں پیش کر دیا جائے ——— اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ائمہ کی ایک قلیل تعداد نے اختلافِ مطالع کو غیر معتبر سمجھا ہے لیکن بیشتر ائمہ کے اقوال، احادیث اور علم ہیئت کے اصول چونکہ اختلاف مطالع کی تائید کرتے ہیں، لہٰذا ان چند اقوال کو کچھ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔

مشرق و مغرب کی رؤیت میں فرق:

اس عنوان کے تحت صاحب موصوف نے مطلع کے اختلاف کو خود ہی تسلیم بھی کر لیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ :

"مشرق و مغرب کی رؤیت میں اتنا فرق ضرور ہے کہ جس دن مغربی دنیا میں چاند نظر آئیگا مشرق میں نظر نہیں آئیگا۔"

یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ :

"حجاز میں جب غروب آفتاب کا وقت ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں رات کے دس بج چکے ہوتے ہیں۔ اہلِ حجاز چاند دیکھ سکتے ہیں لیکن ہم نہیں دیکھ سکتے۔"

گویا ہماری رؤیت اہلِ حجاز کے مقابلہ میں دوسرے دن ہوگی۔ اب اس دو رنگی کا، جسے آپ "علماء کی معتبری، تنگ نظری اور فساد فی الارض سے تعبیر کرتے ہیں" کا یہ حل پیش فرمایا ہے کہ :

"حکومت حجاز رؤیت ہلال کے بعد فوراً اعلان کردے، ہمیں گو اس اعلان کی خبر عشاء کے بعد ملے گی اور ہم ذرا دیر سے اعلان کرسکیں گے۔ تاہم اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مشرق سے مغرب تک رات کی گردش زیادہ سے زیادہ ۱۲ گھنٹوں میں ختم ہوجاتی ہے۔ تمام زمین اتنی ہی ہے۔ دن کی گردش بھی ۱۲ گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں دونوں گردشیں ختم ہوجاتی ہیں۔ اس لئے رات کے کسی حصہ میں ساری دنیا کو مطلع کیا جاسکتا ہے۔ دن نکلنے اور تاریخ بدلنے سے پہلے ہم اپنی تاریخ ایک بنا سکتے ہیں . . . . !"

اس حل میں الفاظ کے چکر میں پڑکر کوئی مطمئن ہوجائے یا اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرے تو الگ بات ہے ورنہ تھوڑا غور کرنے سے اس حل کی سطحیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ضروری تو نہیں کہ سب سے پہلے چاند اہلِ حجاز ہی کو نظر آئے (جیسے حضرت معاویہؓ کے دور میں چاند شام میں نظر آگیا لیکن حجاز میں نظر نہیں آیا)۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ چاند سب سے پہلے لندن میں نظر آئے۔ اگر ایسی صورت ہو تو دنیا بھر کیلئے اعلان کون کریگا؟ اور کہاں سے ہوگا؟

ہم بالفرض تسلیم کر لیتے ہیں کہ لندن کے مسلمان حجاز کی حکومت کو فوراً رؤیت ہلال سے مطلع کرتے ہیں تو جب لندن میں شام کے چھ بجے ہوں گے، حجاز میں ۹ بجے رات کا وقت ہوگا اور پاکستان میں ۱۱ بجے رات، جاپان میں صبح کے چھ بجے، جب ان لوگوں کو روزہ رکھے ۲ گھنٹے گزر چکے ہوں گے۔ اور آسٹریلیا میں ۱۰ بجے، جبکہ یہاں کے لوگوں کو ۶ گھنٹے گزر چکے ہوں گے۔ جب یہ اعلان آسٹریلیا میں سنا جائیگا تو وہاں کا مسلمان کیا کریگا؟ آیا روزہ توڑ دے اور اسی دن عید پڑھے یا دوسرے

دن ہے — اہلِ حجاز سے دونوں صورتوں میں مطابقت ناممکن ہے۔ پہلی صورت تو واضح ہے کہ یہ لوگ ایک دن پہلے عید پڑھیں گے۔ دوسری صورت میں یہ لوگ اس وقت عید پڑھیں گے جب اہلِ حجاز عید کا دن گزار کر رات کا ایک حصہ سو چکے ہونگے۔ تو پھر یہ کیسا اتحاد اور کیا وحدت ہوئی؟ سوچنے کی بات ہے کہ اگر یہ وحدت ممکن ہوتی تو پھر گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے اور بین الاقوامی تاریخی خط تجویز کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاحب رسالہ مذکور نے اس مشکل کا حل پیش کرتے وقت صرف حجاز اور پاکستان ہی کو کیوں ملحوظ رکھا ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ امریکہ یا جاپان یا آسٹریلیا کے وقت کا حجاز کے وقت سے مقابلہ کرتے تو اس مشکل کے حل میں مزید مشکل پیدا ہونی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اس طرف سے صرفِ نظر میں ہی عافیت سمجھی۔

مذہبی تہواروں میں وحدت و اتحاد:

یہ سب تجاویز "اتحاد بین المسلمین" کے نام پر پیش کی جاتی ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ آیا اسلام کے تہواروں میں اس قسم کی وحدت کو کچھ اہمیت بھی دی ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر فی الواقعہ یہ کوئی اہم چیز ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور اس اہم کام کی طرف توجہ فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسویں رمضان کا روزہ رکھا تھا، رؤیت ہلال کی آس پاس سے شہادت مل گئی تو آپ نے روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور بوجہ دیر عید دوسرے روز کی۔ اگر وحدتِ عید اتنی ہی اہم چیز ہے تو آپ عید کی نماز دیر سے بھی پڑھ سکتے تھے۔ عید کی نماز آخر نفلی نماز ہے (اور عید الاضحیٰ حجاج کے پروگرام میں سرے سے شامل ہی نہیں)، تو معمولی تاخیر کیلئے اتحاد بین المسلمین جیسے "عظیم مقصد" کا کیوں لحاظ نہ رکھا گیا؟

حضرت کریب والے واقعہ میں حضرت ابن عباسؓ کو جب مکمل شرعی شہادت کا ثبوت مل گیا تو کیا آپ نے یا حضرتِ معاویہؓ نے وحدتِ عید کی کوشش فرمائی۔ وہ لوگ اسلامی روح کو ہم سے بدرجہا بہتر سمجھتے تھے اور بھلائی کے کاموں پر حریص بھی بہت زیادہ تھے اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے وقت بھی تھا۔

حضرتِ عمرؓ جیسے مفکر اور مدبر، جو مصالح عامہ کے بیشمار امور کے موجد سمجھے جاتے ہیں، مدینہ میں رہ کر لاکھوں میں پھیلی ہوئی سلطنت پر حسن و خوبی سے کنٹرول کیا۔ آپؓ اگر چاہتے تو اس "اتحاد بین المسلمین" کے ذریعہ پر عمل درآمد نہ کرا سکتے تھے؟ بات بات پر مجلس شوریٰ بلا کر فوری فیصلہ صادر فرمادیا کرتے تھے مگر کبھی وحدتِ عید یا رمضان کا مسئلہ زیر بحث نہ آیا۔

اگر اس دور میں بھی ایسی مثال نہیں ملتی تو آج اس مسئلہ پر اس قدر اصرار کیوں ہے ؟

اسلام میں عیدین کی حیثیت عبادت اور شکرانہ کی نماز ادا کرنے کی ہے، جشن منانے کی نہیں ہے۔ اسلام نے ان دنوں میں عید کی نماز کے علاوہ اور کوئی پروگرام پیش نہیں کیا۔ اور حجاج کرام کیلئے تو سرے سے نماز عید الاضحیٰ حج میں شامل ہی نہیں ہے۔

اتحاد بین المسلمین کیلئے شریعت مطہرہ نے جن امور کی تاکید فرمائی ہے، جن میں فرقہ پرستی سے اجتناب، فرض نمازوں کی باجماعت ادائیگی، نظام زکوٰۃ کا قیام، حج کا اجتماع اور ایسے دوسرے بہت سے امور ہیں، ان پر تو آج کا مسلمان کچھ توجہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی، جن کی مذہبی دلچسپی کی انتہا ہی مذہبی تہوار منانے تک محدود ہے، عیدین وغیرہ میں وحدت پر زور دے رہا ہے اور یہ مذہب سے بیگانگت کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اہم امور سے قطع نظر کر لیتا ہے اور اپنا سارا زور غیر اہم امور پر صرف کرنے لگتا ہے۔

اطلاع ضروری

بہت سے احباب کی مدت خریداری اس شمارے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ بطور اطلاع ان کے نام آنے والے پرچے پر "آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر لگا دی گئی ہے۔ اپنا پرچہ چیک کر لیں اور نوٹ فرمالیں کہ اس اطلاع کے بعد، پندرہ دن کے اندر اندر، آئندہ خریداری جاری رکھنے کی صورت میں سالانہ زر تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں یا اگلے ماہ (نومبر کا شمارہ) بذریعہ وی پی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں ——— اور (خدانخواستہ) آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دیں کہ وی پی پی روانہ نہ کیا جائے، ورنہ بعد میں کوئی معذرت قابل قبول نہ ہوگی، یاد رکھئے

وی۔پی۔پی واپس کرنا اخلاقی جرم ہے

● بعض اوقات تازہ پرچہ محفوظ رکھنے کی خاطر وی پی پیکٹ میں پرانا پرچہ ارسال کر دیا جاتا ہے، اور وی پی پی وصول ہونے کے فوراً بعد تازہ پرچہ عام ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے۔ والسلام!

(منیجر)